جناب عبدالماجد صاحب
لیکچرار گورنمنٹ کالج مانسہرہ

کائنات میں غور و فکر اور معرفتِ ربانی

تفکر کائنات میں غور و فکر کو کہا جاتا ہے۔ یعنی پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی جو نشانیاں (آیات) پھیلی ہوئی ہیں ان میں سوچ اور فکر کر کے رب ذوالجلال کی معرفت حاصل کرنا۔ تفکر معرفت کا سبب ہونے کی وجہ سے افضل عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بن عامرؒ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہؓ سے سنا کہ ایمان کا نور اور روشنی تفکر ہے۔ (معارف القرآن ج ۲/ص ۲۶۷)۔ حسن بصریؒ کا قول ہے "تفکر ساعةٍ خیر من قیام لیلةٍ" یعنی ایک ساعت کا تفکر پوری رات کے قیام (عبادت) سے افضل ہے۔ حضرت علیؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آیات قدرت میں غور و فکر کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تفکر کو افضل ترین عبادت قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! خدائے پاک کا علم۔ پھر صحابہؓ نے پوچھا کونسا علم مراد لے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدائے پاک کا علم۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم عمل کے بارے میں دریافت کر رہے اور آپ علم کے متعلق جواب دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کے علم کے ساتھ ساتھ تھوڑا عمل بھی نفع دیتا ہے اور جہالت کے ساتھ زیادہ عمل بھی فائدہ نہیں دیتا۔ (ابن عبدالبر احیاء العلوم)۔ اس حدیث پاک میں جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ خدائے پاک کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننا۔ اس کے اعمال اور صفات کا علم حاصل کرنا اور اس کے مختلف تخلیقی کارناموں اور کرشمہ سازیوں سے واقف ہونا اور اسکی کبریائی اور عظمتوں سے واقفیت حاصل کرنا ہی اصل میں اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کرنا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی کنہ و حقیقت سے کوئی انسان واقف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ انسانی حواس و عقل سے وراء الوراثم وراء الوراء ہے اس لئے اس کی ذات میں غور و فکر سے منع کیا گیا ہے اور کائنات میں غور و فکر کا حکم دیا

ہے جیسے کہ اکابر اہل معرفت کی وصیت ہے کہ "تفکروافی آیات اللہ ولاتتفکروافی اللہ" (بحوالہ معارف القرآن ج ۲ / ص ۲۶۶) اس کیلئے قرآن عظیم کی کئی آیات میں تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سورۃ ال عمران کے آخری رکوع میں اولوالالباب (عقل مندوں) کی ایک اہم صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں لیکن وہاں تفکر سے پہلے ذکر اللہ کو بیان کیا ہے کیونکہ تنہا فکر کافی نہیں بلکہ گمراہی کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسکے ساتھ اللہ کی یاد اور اسکی عظمت کا استحضار انتہائی ضروری ہے۔ کافر بھی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے لیکن وہ اسباب و علل سے آگے نہیں جاسکتا جبکہ مومن آفاق وانفس میں غور و فکر سے رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا علم حاصل کر کے تعارف خدا تعالیٰ حاصل کرتا ہے۔ کائنات میں غور و فکر سے مراد تمام مخلوقات عالم کے عجائبات میں سوچ بچار اور ان کا علم (مراد) ہے۔ صرف زمین پر نباتات وحیوانات کی ۱۵ لاکھ (پندرہ لاکھ) سے زیادہ اقسام (Species) ہیں۔ مثلاً تمام انسان ایک قسم ہے۔ تمام چیونٹیاں اربوں کھربوں کی تعداد ایک قسم ہے۔ تمام کوے ایک نوع (Species) ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک قسم کے اندر رب تعالیٰ کی بے شمار قدرتیں اور نشانیاں ہیں جن کے لکھنے کیلئے دفتر کے دفتر درکار ہیں مثلاً صرف پودوں کے پتوں کے اندر خوراک کے تیار کرنے کے نظام کو سمجھنے اور بیان کرنے کیلئے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ابھی تک ماہرین نباتات (Botanists) یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اس حوالہ سے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ سعدیؒ آج سے سینکڑوں سال قبل یہ بات مومنانہ فراست سے کہہ چکے ہیں کہ ؎

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یعنی ایک ہوشیار اور عقل مند آدمی کی نظر میں درختوں کے سبز پتوں میں پروردگار کی معرفت کے دفتر موجود ہیں یعنی یہ سبز پتے کیسے اور کس انداز سے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر کے فضا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہوئے زمین سے پانی اور نمکیات کو ملا کر گلوکوز اور شکر تیار کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کی گلوکوز اور شکر بنانے کی یہ فیکٹریاں ایسی ہیں جو باقی تمام حیوانات اور انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہیں اور کبھی بند نہیں ہوتیں۔ ایک اور شاعر نے کیا پیاری بات کہی ہے کہ

ہر گیاہے کہ از زمیں روید		وحدہ لاشریک لہ گوید

یعنی زمین سے جو گھاس اور جو پودا بھی نکلتا ہے وہ گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے یعنی سامنے شکل کے لحاظ سے بھی کہ صرف سنگل شاخ کے طور پر نکل کر بھی اور پھر اپنے اندر پورے پیچیدہ نظام کو لے کر پیدا ہو کر بھی جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ علاوہ ازیں جدید سائنس نے (خصوصاً فلکیات جدیدہ نے) تفکر کی مزید راہیں کھولی ہیں اور جس زمین' چاند اور سورج کو ہم کل کائنات سمجھتے تھے وہ سارا نظام شمسی کل کائنات کے مقابلے میں ایک ذرہ کے برابر نکلا۔ انسان نے جب تحقیق کی اور زمین سے آسمان تک کی وسعتوں کا مشاہدہ کیا تو خدا کی عظمت کے بے شمار نشان نظر آئے۔ مثلاً ہماری زمین کا قطر بارہ ہزار سات سو چون کلو میٹر (۱۲۷۵۴) ہے جبکہ جوپیٹر (Jupiter) (مشتری) کا قطر ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو چون کلو میٹر (۱۴۲۷۵۴) ہے اور نظام شمسی کے مرکز یعنی سورج کا قطر (Diameters) چودہ لاکھ کلو میٹر (۱۴۰۰۰۰۰) ہے یعنی زمین سے وہ ۱۰۹ گنا بڑا۔ قطر کی یہ وسعت کم نظر آنے لگتی ہے جب ہم اپنی کہکشاں کا قطر معلوم کرتے ہیں جو کہ ایک لاکھ کو جب ۹۵ کھرب سے ضرب دی جائے تو اس کے حاصل ضرب کے برابر کلو میٹر کا قطر ہماری کہکشاں (Milky way) کا ہے۔ جس کا عرض 20 ہزار X 95 کھرب کلو میٹر ہے۔ اسی کہکشاں میں ہمارا نظام شمسی بھی ہے اور اسمیں ایک لاکھ ملین یعنی سو ارب ستارے (۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰) پائے جاتے ہیں۔ ہمارا پورا نظام شمسی اس کہکشاں کے ایک کونے میں چھوٹا سا ٹکڑا نظر آتا ہے اور سائنسی تحقیق سے ایسی ہی مزید ایک سو ارب کہکشاؤں کا سراغ لگایا جا چکا ہے۔ یہ تو جسامت کے لحاظ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ تھا۔ اب فاصلوں کے حوالہ سے اندازہ کیجئے کہ زمین سورج سے صرف ۱۵ کروڑ کلو میٹر دور ہے جبکہ نیپچون (Neptune) سورج سے چار ارب ۹۴ کروڑ ۵۰ لاکھ کلو میٹر دور ہے (۴۴۹۵۰۰۰۰۰۰)۔ پلوٹو (Pluto) کا سورج سے فاصلہ پانچ ارب ۹۱ کروڑ کلو میٹر ہے۔ یہ فاصلے اس وقت بہت معمولی رہ جاتے ہیں جب کہ ملکی وے (Milkyway) کا فاصلہ ۹۲ ہزار x ایک ہزار x ایک ارب کلو میٹر کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ مزید کہکشاؤں کے فاصلے جو کہ اب متعین ہو رہے ہیں وہ ہندسوں یا لفظوں میں پورے نہیں لکھے

جاسکتے۔ اب ذرا آگے بڑھیئے اور وقت کے حوالہ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ لگائیے۔ جدید زمانے کے ریڈیائی ہیئت دانوں نے ایک کہکشانی نظام کا مشاہدہ کیا ہے اس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس کی جو شعاعیں اس سے چار ارب نوری سال سے بھی پہلے روانہ ہوئی تھیں وہ آج ہم تک پہنچی ہیں۔ ستاروں کا فاصلہ ماپنے کیلئے ہمارے اعداد و شمار ناکافی ہیں اس لئے نوری سال کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ نور یعنی روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلو میٹر سے زیادہ سفر طے کرتی ہے اس طرح ایک سال میں اس کا سفر تقریباً ۹۵ کھرب کلو میٹر ہوا۔ یہ فاصلہ نوری سال کا ہے۔ اب ۴ ارب کو ۹۵ کھرب سے ضرب دیجئے تو کہکشاں کے ایک سرے دوسرے سرے تک کا فاصلہ یا وقت معلوم ہو گا ایک روشنی جو ایک کہکشاں سے چلی ہے وہ ہمارے کرہ (زمین) تک کتنے وقت میں پہنچی۔ تازہ ترین مشاہدے میں ایسی کہکشاں بھی دیکھی گئی ہے جسکی روشنی ہم تک دس ارب نوری سال میں پہنچی ہے یعنی اس نے دس ارب x ۹۵ کھرب کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا ہے۔

ہماری کہکشاں (جو کہ ایک سو ارب ستاروں پر مشتمل ہے) سے قریب ترین کہکشاں ۲۰ لاکھ نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تمام کہکشائیں بڑی دوربین (Telescope) سے نظر آتی ہیں۔ ہم اپنی آنکھ سے صرف چار کہکشائیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری کہکشاں انیس (۱۹) دیگر کہکشاؤں کے ساتھ ملکر ایک گروپ بناتی ہے اس گروپ کا قطر پچاس لاکھ نوری سال ہے۔ یہ تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے دور جا رہی ہیں اور کائنات میں زبردست توسیع ہو رہی ہے۔ ماہرین فلکیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

All the galaxies are racing away from us and from each other.... this suggests that the whole universe is expanding.

تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے بھاگ رہی ہیں...... معلوم ہوتا ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ (بحوالہ میری آخری کتاب 'ڈاکٹر غلام جیلانی برق' ص ۲۰)۔ سورج صرف آگ کا کرہ ہی نہیں بلکہ قدرت نے اس کو برقی قوت کا منبع بھی بنایا ہے۔ اس سے جو توانائی (Energy) خارج ہوتی ہے وہ فی سیکنڈ چالیس لاکھ ٹن ہوتی ہے اور وہ اس حساب سے ۲۴ گھنٹوں میں ۳ کھرب ۴۵ ارب

۶۰ کروڑ ٹن قوت خارج کرتا ہے۔ جو طاقت زمین کے حصے میں آتی ہے وہ دن بھر میں فی مربع میل ۴۵ لاکھ ہارس پاور ہوتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ سورج کیا ہوا ایک عظیم ترین پاور ہاؤس ہوا۔ اور ساتھ ساتھ یہ سوچئے کہ یہ طاقت سورج کی پیدائش سے اب تک کتنے ٹن خارج ہوئی ہوگی۔ کروڑوں سال سے بے انتہا اخراج حدت کے باوجود اس کی طاقت میں نہ کمی ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اس میں اس کے خالق نے ایسا انتظام کیا ہے کہ طاقت خود بخود بنتی رہتی ہے۔ سورج کی سطح کی حدت ۵ ہزار ۵ سو سنٹی گریڈ ہے اور مرکزی حصے کی حدت کا اندازہ ۵ کروڑ سنٹی گریڈ کیا گیا ہے۔ آفاق کا یہ مختصر سا خاکہ رب العالمین کی کائنات میں سے ایک چھوٹی سی جھلک ہے ورنہ ابھی تک سائنسدان یہ تاکید سے کہتے ہیں کہ جو کائنات ہم نے دریافت کی ہے اس سے کہیں زیادہ کائنات کا وہ حصہ ہے جو ابھی دریافت نہیں ہوا۔ کائنات کے اس مختصر سے خاکے کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کائنات کی ان تمام وسعتوں پر غور و فکر کرے اور اس غور و فکر کے نتیجے میں خالق کائنات کی عظمت و قدرت کا جو احساس و ادراک حاصل ہو اور جو کیفیت قلب میں پیدا ہو اس کے نتیجے میں رب تعالیٰ کی حکمت و قدرت کے ظہور کے بعد علی وجہ البصیرت ایمان حقیقی کی بنیاد بنے اور آج کا جدید انسان ان تمام وسعتوں کے مطالعہ کے بعد دل کی گہرائیوں سے یہ آواز سنے :

"ہاں اے کائنات کے خالق و مالک آپ نے یہ وسیع و عریض کائنات بے کار اور عبث تو پیدا نہیں کی بلکہ ایک عظیم منصوبے کے تحت ایک مقصد کے لئے پیدا کی ہے اور اس مقصد کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ رب العالمین نے اس زمین پر اپنے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نمائندے (رسول و نبی) بھیجے اور آخر میں اپنے سب سے بڑے نمائندے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا کہ وہ قرآن حکیم کی آیات بینات سے تمام انسانیت کو سمجھائیں کہ کائنات اور اس میں انسان صرف طبعی قوانین (Physical Laws) کے تحت ارتقائی عمل (Evolutionary process) کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ رب کائنات کی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔ تاکہ انسان رب تعالیٰ کی تشریعی قوانین کی پابندی کرتے ہوئے اس کی رضا کا طالب ہو اور یوں وہ یہاں بھی اور مرنے کے بعد والی حقیقی زندگی یعنی آخرت میں کامیاب ہو۔